

# کرنائے کا دعوتی سفر

ابرار احمد سورتی



# کرناٹک کا دعوتی سفر



از قلم ابرار احمد سورتی

All Rights Reserved

**Copyright:** Abrar Ahmad Surati (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

## ضروری بات

عنکبوت کے تمام جملہ حقوق لکھاری "ابرار احمد سورتی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔





صفحہ ہستی پر وقوع پذیر تمام اقوام و ملل کی اپنی تہذیب اور اپنا تمدن ہے، اور اسی سے ان کی شناخت بھی ہے یہی وجہ ہے کہ عبادتوں اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے عبادت گاہوں کی تعمیر و توسیع قدیم زمانے سے چلی آرہی ہیں۔ اسلام جو کہ اولین و آخرین مذہب ہے، جس کی بنیاد معرفت الہی پر قائم و دائم ہے، اسلام نے اول روز سے اپنے پیروکاروں کو اپنے عالمگیر نظام کے تحت زندگی گزارنے کا پابند کیا ہے، جن میں مسلمانوں کو اپنی بساط کے مطابق مساجد و مکاتب کا قیام عمل میں لانے کا حکم دیا تاکہ اللہ کا دین کی نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ قائم ہو سکے، علاقے اور بستیوں میں موجود مرکز اسلام سے اسلام کی نشر و اشاعت کا سامان مہیا ہو، زندگیوں میں دین کی عظمت اور اس کی مجموعی حیثیت سرایت کر جائے، باجماعت نماز کی ادائیگی کے ساتھ باہمی اخوت و محبت، ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہو، تعلیم و تربیت کا میدان اور دین کی نصرت و حمایت کا محاذ قائم ہو، دعوت الی الخیر کا بہترین انتظام نیز اللہ اکبر کی صدائیں گونجتی ہوئی مسلمانوں کو اپنا مقام و منزلت کا پتہ دے سکے۔

خصوصاً ہندوستان میں جگہ جگہ مساجد و مکاتب کا قیام ایک طویل ترین تاریخ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، مغلیہ سلطنت کی تعمیر میں جو مساجد وجود میں آئی ہیں آج بھی دنیا بڑی شوق سے انکا نظارہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں بعد کے زمانے میں بھی ضرورت کے مطابق مساجد تعمیر ہوتی چلی گئیں۔

اور آج اس کی بدولت ہندوستان کے کونے کونے سے اللہ کی بڑائی و بزرگی بیان ہو رہی ہیں، اللہ اسے تار و قیامت قائم و دائم رکھے۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد زبانوں کی بنیاد پر ریاستوں کا قیام عمل میں آیا، کنڑ زبان کے علاقہ کے طور پر 1 نومبر 1956 میں کرنٹک یعنی ریاست میسور بنا، 1973 میں اس کا نام بدل کر کرنٹک رکھا گیا، جنوبی ہند کا یہ صوبہ اپنی تاریخ اور جغرافیہ اعتبار سے بڑا ممتاز ہے، خوبصورتی اور دلکشی کی وجہ سے اسے عروس البلاد اور گارڈن سٹیٹ آف انڈیا بھی کہا جاتا ہے، خوبصورت پہاڑوں، آبشاروں سے گھرا ہوا یہ صوبہ اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ ایک طرف موج مارتا ہوا سمندر جو کہ طویل ترین رقبہ پر عرب ساگر سے جا ملتا ہے، جس کی وجہ سے موسوم بڑا معتدل اور قدرے خشکی مائل معلوم ہوتا ہے، دوسری جانب پہاڑوں کی دامن میں بسے ہوئے خوبصورت تاریخی شہر سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لاکھوں زائرین یہاں مختلف علاقوں کی سیر کے لیے دور دراز سے سفر کرتے ہیں، مقامی لوگوں میں مسلمان بڑی تعداد میں شہروں اور قصبوں میں آباد ہیں، کنڑ زبان کے علاوہ اردو کا عام رواج ہے اسی کی دین ہے کہ باقی ہندی مسلمانوں کے ساتھ ان کا ربط باقی جنوبی صوبوں سے زیادہ معلوم ہوتا ہے، ان کی زندگیاں اکثر سادہ اور دین پسند معلوم ہوتی ہیں، دینی تعلیم کے علاوہ یہاں دنیاوی تعلیم کے میدان زیادہ ہے اور عام طور پر لوگ تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں۔

قصبات میں بسنے والے مسلمانوں کی زندگی کا انحصار کھیتوں پر ہیں، ان میں دینی تعلیم اور ماحول کے پیدا کرنے کے لیے مختلف تنظیموں نے مساجد و مکاتب کے ذریعے مسلمانوں میں بڑی حد تک دین کی طرف راغب کیا ہے، اسی طرح سورت ضلع کے کوسمبا علاقے کی فعال شخصیت خلیل احمد ممون صاحب ایک عرصہ سے اس علاقہ میں سرگرم ہے، ان کی سرکردگی میں چلنے والی مجلس سبیل التوحید اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ یہ تنظیم مختلف علاقوں میں رفاہی کاموں کے علاوہ پسماندہ طبقات میں ضروریات پوری کرنا، بورینگ وغیرہ کا انتظام کرنا، مدارس و مساجد کے ائمہ کے لیے مکانات تعمیر کرنا، اسی طرح مساجد و مکاتب کا قیام ان کا خاص پروجیکٹ ہے، اس کے ساتھ کرنٹک میں موجود کئی اضلاع میں ان کی مکتب کا نظام 130 کے قریب پھیلیا ہوا ہے، مساجد سیکڑوں کی تعداد میں تعمیر کر چکی ہیں، اور اب

بھی بہت سی جگہوں پر ان کا کام کامیابی کے ساتھ جاری ہے، نیز دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ دنیاوی تعلیم کی طرف بھی ان کا خاص رجحان ہے، جس کی وجہ سے سکولوں کا انتظام بھی بہتر طریقے پر کر رہی ہے۔

نئی مساجد کی افتتاحی تقریب ہی کے لیے ہمارا کرناٹک کا سفر طے ہوا۔

اللہ کی عطا سے وہاں تین نئی مساجد تیار ہو چکی تھیں اور باقی پروگراموں کے ساتھ مدرسہ عربیہ مصباح العلوم نرگند کے سالانہ جلسے میں شرکت اور مہمان خصوصی کے طور پر ہمارے ہر دلعزیز حضرت قاری سیف اللہ خان صاحب مدظلہ کو مدعو کیا گیا، چونکہ حضرت کی شخصیت بڑی دل چسپ ہے، خود سیکڑوں مریدین کے شیخ طریقت ہونے کے ساتھ تبلیغی جماعت کے نمائندے بھی ہیں، دعوت و تبلیغ اور تزکیہ ان کے یہاں ساتھ ساتھ چلتا جس کے ساتھ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے وہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں، حضرت خود اپنے والد محترم اور شیخ طریقت حضرت اقدس سردار خان صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت و ارشاد کے لیے سال کا بڑا حصہ سفر کی نظر کرتے ہیں، میری ان سے شاگرد کی حیثیت سے شناسائی ہوئی اور ہر وقت دامن شفقت میں جگہ ملتی رہی، اس سفر میں بندہ کو ساتھ چلنے کی حکم ملا تاکہ سفر کے ساتھ ان کے والد محترم کے کچھ حالات بھی جمع ہو سکیں اور محفوظ کرنے کی کوئی شکل اختیار کی جائے۔

طے ہوا کہ اس سفر میں حضرت قاری سیف اللہ خان صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کے خادم خاص بھائی صدام اور بندہ ساتھ ساتھ رہیں گے۔ چنانچہ 2 مارچ بوقت ظہر میں اور بھائی صدام سورت ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے، انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی کہ سوراٹھ ایکسپریس اسٹیشن پہنچ گئی، قاری صاحب پہلے سے کو سمباجو کہ ان کا وطن ہے وہاں سے سوار ہو چکے تھے، ہم ٹرین میں سوار ہوئے اور ساتھ اور بھی تین ساتھی جو تنظیم کی طرف سے ہمارے رفیق سفر تھے،

چونکہ ہمارا اگلا سفر ممبئی دادر سے تھا اس لیے ممبئی تک اس ٹرین کا سفر طے کیا گیا، عموماً سورت سے ممبئی چار گھنٹے کا راستہ ہے مگر ہمیں رات سوا آٹھ بجے دوسری ٹرین میں سوار ہونا تھا، اسی وجہ سے اس ٹرین کو تجویز کیا گیا جو کہ اپنے وقت سے ایک دو گھنٹے زیادہ لیتی ہے، ہم سات بجے کے بعد ممبئی پہنچ گئے درمیان میں قاری سیف اللہ خان صاحب کی شخصیت مرجع خاص و عام بنی رہی، چونکہ حضرت کی طبیعت کثرت سفر کی وجہ سے ان معاملات میں چاک و چوبند رہتی ہیں، ہر چیز کا وقت متعین ہوتا ہے، کب کھانا کھایا جائے، کب نماز ادا ہوگی، اس طرح سے یہ سفر ایک طرح سے تربیت گاہ معلوم ہوتا ہے، بزرگانِ دین کے احوال و قصص ہر وقت زبان پر رہتے ہیں، دینی و علمی باتیں ہوا کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس سفر میں حضرت کی شخصیت جتنی کھل کر سامنے آئی اس سے قبل اس کا پتہ نہ چل سکا۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے ساتھ ہماری ٹرین ممبئی کے دارِ سٹیشن پہنچ چکی تھی، وہاں سے اتر کر ہم دوسرے پلیٹ فارم کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں ہیلی ایکسپریس پہلے سے موجود تھی، داخل ہو کر سامان رکھا اور باقی وقت سٹیشن پر ہی گزر رات سوا آٹھ بجے کے قریب ہماری ٹرین الناور کے لیے روانہ ہوئی کھانا کھا کر نماز کی باجماعت ادائیگی کے بعد دعوت و تبلیغ کے اکابرین کا ذکرہ خیر ہوتا رہا خاص کر مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا بار بار ذکر ہوا۔ گیارہ بجے کے قریب ہم لیٹ گئے اور ٹرین اپنی رفتار سے راستہ طے کرنے لگی۔

رات بارہ بجے کے قریب پونا کا سٹیشن آیا بہت سے مسلمان مرد و عورت اس ڈبے میں سوار ہوئے ہماری سیٹ کے سامنے والی سیٹ پر دو پردہ پوش خواتین سوار ہوئیں اور اپنی بقیہ گفتگو بلند آواز سے شروع کر دی سب کی نیند خراب ہو گئی اور اکتاہٹ کے بعد ہمارے ایک ساتھی نے ان سے درخواست کی تو کچھ دیر خاموشی کے بعد یہ سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ اللہ خیر کرے جیسے تیسے نیند آئی اور فجر سے پہلے آنکھ کھلی نماز کی ادائیگی کے بعد سب نے اس بات پر اپنی



نہیں خراب ہونے کا پتہ دیا قاری صاحب نے ایک قصہ سنایا کہ دو عورتوں کو جیل میں بھیج دیا گیا اور جب بیس سال بعد رہائی ہوئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگی ہماری فلاں فلاں باتیں باقی رہ گئی ہے فلاں موقع پر اسے مکمل کریں گے یہ کہنا تھا کہ سب کے کہنے لگ گئے۔

رات کو فون کے ذریعے ہدایت ملی تھی کہ ہمیں الناور سے قبل ہی کوڈچی اترنا ہے۔

چنانچہ صبح قریب سوا چھ بجے ہم کوڈچی پہنچ گئے اور وہاں ہمارے لئے کار موجود تھی، وہاں سے ساٹھ کیلو میٹر کی مسافت طے کر کے ہم تھر دال پہنچے، یہاں مسجد یوسف کا افتتاحی اجلاس تھا، جانے کے ساتھ ہمیں ایک مکان پر لے جایا گیا وہاں سے فراغت اور آرام کے بعد جمعہ سے قبل مستورات میں ایک گھنٹا قاری صاحب کا خطاب ہوا، چونکہ خاص طور پر مرد و زن میں عصری تعلیم کا رجحان ہے، اس لیے بڑی سنجیدگی سے حضرت نے دینی تعلیم و تربیت اور ضرورت و اہمیت کے موضوع پر بات کی اور ترغیب و ترہیب کے ذریعے دینی تعلیم و ترقی کا سبق دیا اس کے بعد کچھ وقفہ ہوا پھر جمعہ کے لیے بڑا مجمع جمع ہو چکا تھا اس لیے پھر قریب پون گھنٹا جمعہ کا بیان ہوا اور نماز ادا کی گئی، جمعہ کے خطاب میں مسجد کی افتتاح کے حوالے سے خطاب ہو چکا تھا، خصوصی طور پر آپسی معاونت کے ذریعے دین کے فروغ کی فکر پیش کی گئی اور یہی پیغام آخری منزل تک حضرت کی فکر کا نچوڑ تھا۔ جمعہ کے بعد مقامی لوگوں نے مسجد کی افتتاح میں چند رسومات اداء کی قرب و جوار کا بڑا مجمع اس میں شریک رہا اور قریب چار بجے مجلس تمام ہوئی اور ملاقاتیوں کے ساتھ ساتھ ہم مقام پر پہنچے اور طعام کے بعد اگلے پڑاؤ کے لیے روانہ ہو گئے۔

ہمارا اگلا پڑاؤ "کے کے کوپ" تھا، یہ نیل گاؤں کے قریب دس میل کی دوری پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر موجود بستیوں میں سے ایک ہے، اکثر طبقہ یہاں نو آباد ہے، چونکہ مسلمانوں میں دینی و ایمانی ترقی کے لیے اولین ضرورت

مسجد تھی، یہاں بھی ایک نئی مسجد تعمیر کی گئی تھی، جہاں جانے کے لیے ہم جمعہ کے کھانے کے بعد روانہ ہوئے، راستہ صاف تھا، پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے سرشام بڑا خوش نما منظر معلوم ہوتا تھا، خاص کر جب گاڑی پہاڑوں کی اوٹ سے گزرتی تو دور دور تک پھیلی ہوئی قدرتی مناظر دلوں کو ایمان کے نور سے بھر دیتے، شام ہونے کے قریب تھی، ہم نے ایک قصبہ میں رک کر نماز ادا کی، پھر بیل گاؤں کی طرف نکل گئے، مغرب کی نماز ہائوے پر ہوئی، اور قریب عشاء ہم مقام پر پہنچ گئے، وہاں مجمع منتظر تھا، پہنچتے ہی حضرت کا ایمان افروز وعظ ہوا، اور عشاء کی نماز اداء کی گئی، سامنے ہی مکان میں طعام کا نظم تھا، کھانا کھانے کے بعد فوراً روانگی ہوئی۔

اگلا مقام کرناتک کا مشہور شہر دھارواڑ تھا، سات پہاڑوں کے درمیان بسنے والا یہ خوش نما شہر خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے، صاف راستہ اور سہولیات کی بھرمار سے بڑا ممتاز مقام حاصل کر چکا ہے، ہمارا پہنچنا ہوا تورات کافی ہو چکی تھی، میزبانوں میں ماسٹر خلیل احمد جو کہ نرگد کے باسی ہیں، ساتھ ساتھ تھے، انہی کی بہن کے مکان پر رات گزارنی تھی، جب وہاں پہنچے تو پہلی منزل پر چڑھتے ہوئے ہی معلوم ہو گیا کہ یہ مکان شہر کی بلند جگہ پر واقع ہے، جس کی وجہ سے رات کی تاریکیوں میں شہر کی جھل مل روشنی دور تک پھیلی ہوئی نظر آرہی تھی، رات بڑی آرام دہ گزری سویرے اٹھکر ہمیں دھارواڑ کے تبلیغی مرکز کا رخ کرنا تھا، وہاں پہنچ کر فجر کی نماز ادا کی اور حضرت کا دعوت و تبلیغ کے موضوع پر قریب ایک گھنٹہ بیان ہوا، مقامی لوگوں سے قاری سیف اللہ خان صاحب کے پہلے سے روابط تھے، اس وجہ سے بڑی دیر تک ان کے ساتھ ملاقات رہی ناشتہ کا نظم کیا گیا ناشتہ کے بعد ہم قیام گاہ پر پہنچ گئے، یہاں کا اب منظر دیکھنے لائق تھا، ان کے مکان سے پورا شہر اپنی خوبصورتی کے ساتھ نظر آتا تھا، جس کی بدولت موسم بھی بڑا خنق اور ملنسار تھا، جگہ جگہ ناریل کے درختوں کا سلسلہ نظر کو خیرہ کرتا اور دور ایک کے بعد دوسری پہاڑی سلسلہ وار چلی جا رہی تھی، اب کچھ دیر گزار کر ہم اس جگہ سے رخصت ہوئے اور ظہر کے وقت اسی شہر کے نواح میں موجود نئی تعمیر شدہ مسجد کے افتتاحی تقریب میں شریک ہوئے۔

یہ مسجد شہر سے باہر نو آباد علاقے میں بنی ہے، گرد و نواح میں بڑی تعداد میں مسلم آبادی ہے، لوگ دین سے محبت رکھتے ہیں، پہلے مسجد چھوٹی اور خستہ حال تھی، ماشاء اللہ اب لب سڑک بڑی خوبصورت اور دلکش معلوم ہوتی ہے، مسجد ہی کے باہر پنڈال میں افتتاحی تقریب کا انتظام تھا، بڑے شامیانے میں سیٹج اور لوگوں کی کرسیاں موجود تھیں، جانے کے ساتھ ہی مجمع جمع ہو گیا، قریب ایک گھنٹہ قاری سیف اللہ صاحب کا پرسوز خطاب ہوا، اور مسجد کی باقی ضرورتوں کے پیش نظر اہل خیر حضرات نے تعاون کیا، دعا کے بعد مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی اور ایک مکان میں طعام کا نظم کیا گیا، ساتھ ہی اگلی منزل کے لیے تیاری شروع ہو چکی تھی، اور چند ہی گھنٹوں میں ہم اس بستی سے نکل کر آگے روانہ ہو گئے۔

یہ سفر قدرے طویل تھا، چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا خوشنما منظر اور سرشام ڈھلتا ہوا آفتاب سفر کا لطف دو بالا کر رہا تھا، چونکہ ہمیں ہلیال جانا تھا، ہمارے میزبان اور ہمسفر امام الدین صاحب یہاں کے ہی باسی ہیں، بڑے متحرک اور فعال شخص ہیں، مقامی رفاہی کاموں میں ان کا بڑا حصہ ہے، جگہ جگہ اجتماعات اور بیانات کا پروگرام ان ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا، چونکہ مغرب کے بعد ہلیال کی جامع مسجد میں قاری سیف اللہ خان صاحب کا بیان طے ہو چکا تھا، اس لیے کسی اور جگہ رکنے کی گنجائش نہیں تھی مگر درمیان میں الناور شہر سے باہر ہی لوگ ملاقات کے لیے ایک فارم ہاؤس میں جمع ہو چکے تھے، جہاں سے یکے بعد دیگرے فون موصول ہو رہے تھے، چنانچہ دوپہر کے چار بجے ہم وہاں پہنچے شہر سے باہر ہی ہائی وے پر بڑے سے فارم ہاؤس کی خوبصورت عمارت میں قریب سو لوگوں کا مجمع استقبال کے لئے منتظر تھا، ملاقات کے بعد پر تکلف ناشتہ کا انتظام کیا گیا تھا، عوام الناس اور علماء کا طبقہ موجود تھا، یہاں بھی حضرت نے قریب بیس منٹ بیان کیا اور سب سے گرم جوشی اور اگلی مرتبہ طویل ملاقات کے وعدے کے بعد ہم ہلیال کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہلیال چھوٹا سا شہر ہے مگر مسلم اکثریت اور دین پسندی کا رجحان ہے، جگہ جگہ مسلمانوں کی دکانیں اور کاروباری منڈیاں موجود ہیں، تبلیغی کوششوں سے بڑا اچھا ماحول بنا ہوا ہے، شہر کے وسط میں جامع مسجد ہے، بڑے سے رقبہ میں پھیلی ہوئی اور ہر طرح کی سہولیات سے لیس، باہر پارکینگ اور اندر مسجد کا بڑا صحن اور اس سے دوچند کشاہہ جماعت خانہ ہے، میں نے اتنی وسیع تر مسجد شاید ہی کہیں دیکھی ہوگی، وضوء خانہ کے لیے الگ عمارت اور اس سے لگا ہوا بڑا سا باغیچہ غرض یہ کہ ہر طرح کا انتظام یہاں موجود ہے، جانے کے بعد عصر کی نماز ادا کی گئی، بستی کے نئے تعمیر شدہ مکانات کے مالکان اپنی دعا کرانے کے لیے موجود تھے چنانچہ تین چار مکانات میں دعا کے لیے جانا ہوا، بہترین اور اعلیٰ معیار کے بنائے گئے مکانات یہاں کے مسلمانوں کی آسودہ حالی کا پتہ دیتے ہیں، مغرب کے بعد حضرت کا خطاب ہوا جس میں پورا جماعت خانہ لوگوں سے بھر گیا، مجلس کے بعد بھی لوگوں کا رش رہا اور قدم قدم پر خوشیوں اور مسرتوں کا یہ منظر آنکھوں میں اب تک گھومتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

لوگوں کی محبتوں کا یہ سماں بڑی دیر گئے تک ملاقات و زیارت کی شکل میں چلتا رہا۔ رات دیر گئے ہم آرام کے لئے ایک بڑے سے مکان میں پہنچے وہاں بھی چند لوگ موجود تھے۔ سب سے قاری صاحب نے بڑی خوش دلی سے ملاقات کی مگر اب یہاں تک پہنچتے پہنچتے چونکہ سفر در سفر اور مسلسل بینات کے سلسلے اور عدم راحت کے مواقع کی وجہ سے قاری صاحب کی طبیعت تشویشناک ہو گئی۔ اللہ کے فضل سے چند گھنٹے آرام کے ملے اور صبح تازہ دم ہو کر ہم فجر کی نماز کے لیے ہلیال کی جامع مسجد روانہ ہوئے۔ نماز کے بعد جماعت کی طرف سے ناشتہ کا پروگرام تھا۔ اور پھر ہم آرام کی جگہ لوٹ آئے مگر اب بھی قاری صاحب کی طبیعت مسلسل تشویشناک ہوتی جا رہی تھی، کچھ دیر کے بعد ہم سامان سمیٹتے کر ضروریات سے فارغ ہوئے اور نرگد کے لیے روانہ ہو گئے۔

یہ ہماری آخری منزل تھی۔ مجلس سبیل التوحید کے زیر اہتمام چلنے والا یہ ادارہ نرگد میں واقع ہے۔ لوکڈاون سے قبل کسی ناگہانی حادثہ کی وجہ سے یہ مدرسہ بند ہو گیا تھا۔ مگر تنظیم نے اسے پھر سے اپنے انتظام میں لیکر بہترین نظم



وضبط اور عصری و دینی تعلیم سے آراستہ کر دیا ہے۔ یہ سفر کم از کم 250 کیلو میٹر کا تھا۔ پہلے ہم دھارواڑ پہنچے اور وہاں سے گزرتے ہوئے نرگد کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر فکر تھی کیونکہ وہاں پہنچ کر مہمان خصوصی یعنی قاری صاحب کا بیان تھا۔ مگر حضرت کی طبیعت ایسی صورت اختیار کر چکی تھی کہ گلے سے آواز نکلنا ہی مشکل ہو چکا تھا۔

دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں ہم نرگد پہنچے۔ وہاں تقریب پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد ہم سٹیج پر پہنچے بچوں نے اپنی بساط کے مطابق بڑا اچھا پروگرام کیا۔ پھر حافظ قرآن ہونے والے طلبہ نے آخری سبق سنایا۔ پھر بیانات کا سلسلہ تھا مگر قاری صاحب بڑی دشواری سے قریب دس منٹ ہی بول سکے اس کے بعد صدر محترم نے جو کہ قرب و نواح کے ایک معمر بزرگ تھے اور بڑے عالم دین تھے۔ بڑا مفصل خطاب کیا، اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام ختم ہوا۔

Safar-e-Adab

پروگرام کے بعد نماز اور طعام پھر ملاقاتیں ہوتی رہیں اور آرام ہوا عصر کی نماز کے بعد اسٹیشن کے لیے روانہ ہونا تھا۔ مگر یہ طے ہوا کہ نرگد میں واقع طویل ترین پہاڑی سلسلہ کے برابر موجود سردار خان صاحب کے مکان پر ناشتہ ہو گا۔ وہاں پہنچ کر دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ یہ مکان برابر بلند و بالا پہاڑی سلسلے کے سامنے تھا۔ ہر طرف سے قدرتی مناظر کا نمونہ عجیب دلکشی کا نمونہ تھا۔ بڑی دیر تک یہاں رہنے کا موقع ملا اور یہی ہماری روانگی کا مقام تھا۔ باہر نکلتے ہی گاڑی جب کھولنے لگا تو گاڑی کا دروازہ نکل گیا اب بڑی پریشانی لاحق ہو گئی مگر سردار خان صاحب نے اپنی نئی گاڑی کے ذریعے ہمیں ہبلی چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور قریب دو گھنٹے تک گاڑی چلتی رہی عشاء کے قریب ہم ہبلی اسٹیشن پہنچ گئے۔ گاڑی موجود تھی، اے سی میں ٹکٹ کی وجہ سے بڑے آرام سے سفر ہوا۔ راستہ میں ایک دو جگہ ساتھیوں کی

طرف سے توشے بھی ملتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کو واپسی پہنچے تو ہمارے ہم درس غالب واپسی سلمہ نے دل کھول کر محبت کا مظاہرہ کیا قاری صاحب سے ملاقات کی اور بہت سی کھانے کی اشیاء ہمارے حوالے کی، شام چار بجے کے قریب ہم سورت اسٹیشن پہنچ گئے۔ قاری صاحب سے آخری ملاقات کر کے اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے اور اس طرح سے یہ تربیتی ملی سفر کا اختتام ہوا۔

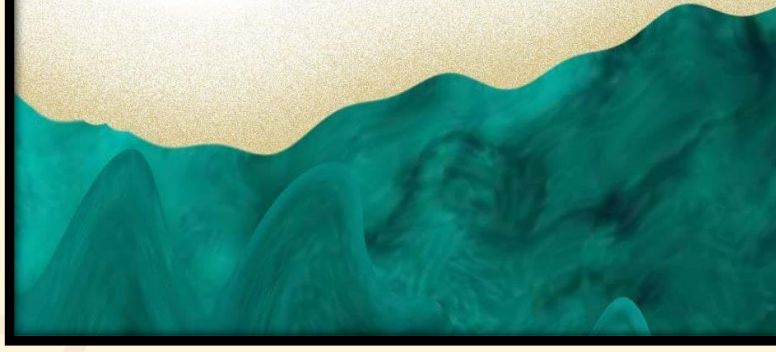
ختم شد

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ !" "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی تر چھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ !" "سیکھ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکھ ! اور یہ نیا ادھر رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" "اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خان



# ابراہیم



# تطمئن القلوب



## دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہ کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرا کر کسی کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بول کھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بول کھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ ہٹا کر گئی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

## وراثت

## فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتے؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنوں گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

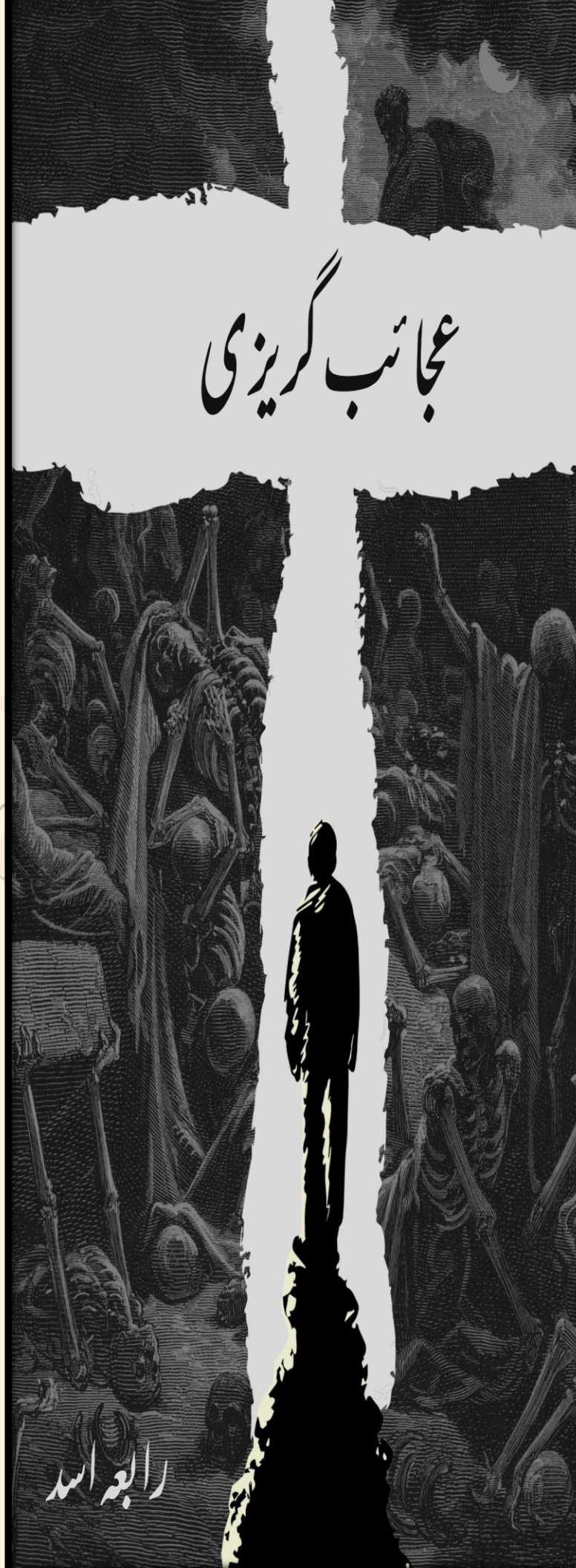
"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"



فریڈرک نطشے-۱۹ صدی کا ایک عظیم فلسفی۔ جس کی سوچ اور فکر بہت غیر معمولی اور آئینہ دار تھی۔ وہ ۱۹ صدی کے ان مشہور مفکرین میں سے ایک تھا جن کی سوچ اور تصورات زمانے کے لیے ایک معیار بن گیا۔ وہ معمولی تصورات کے خلاف بات کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ اس کی سوچ مختلف تھی۔ اس نے بہت نام بھی کمایا مگر ایک بوجھ ساری زندگی اس کے کاندھوں پر رہا علم کا بوجھ۔ نطشے میں اب مزید سکت نہ تھی کہ وہ اس بوجھ کو برداشت کر پاتا۔ وہ اکثر اکیلا رہنے لگا۔ خاموش، تنہا اور سوچوں میں ملغوب۔ یہ شاید اس کی زندگی کے آخری باب تھے یا شاید ان کا آغاز۔ ایک روز وہ یونہی بیگانگی کے عالم میں اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہی مخصوص حلیہ۔ لمبا کوٹ بڑی بڑی مونچھیں۔ وہ یونہی بے وجہ ٹیورین کی گلیوں میں چلتا جا رہا تھا جب اس کی قدم ایک جگہ آکر ساکت ہو گئے۔ وہ وہاں رک کر بڑے غور سے ایک منظر دیکھنے لگا۔ ایک کوچوان اپنے گھوڑے کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ اتنی بری طرح کے وہ مظلوم جانور درد سے آوازیں نکال رہا تھا۔ نطشے بس اسے دیکھے گیا۔ اس کا دماغ ماوف ہو چکا تھا۔ کوچوان کا حکم بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ نطشے ایک دم اس گھوڑے کی طرف بھاگا۔ غیر ارادی طور پر اس سے لپٹا اور رونے لگا۔ بے تحاشہ رویا۔ وہ

## عجائب گریزی



خود کو اس مظلوم گھوڑے جیسا محسوس کر رہا تھا۔ روتے  
روتے وہ کچھ بڑبڑایا "ماں میں ایک بے وقوف انسان ہوں۔"  
یہ بڑبڑاتے ہوئے اس نے اپنے ہوش گنوا دیے اور اس کی  
زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی۔

اس کے اس عمل پر اسے ایک دماغی ہسپتال منتقل کر دیا  
گیا۔ نطشے اس دن کے بعد کبھی نہیں بولا۔ کبھی نہیں۔ وہ پہلے  
جیسا رہا ہی نہیں۔ اس کی زندگی اب ایک قید تھی علم کی قید  
جس کے اندر اس کو جینا تھا موت کا انتظار کرتے ہوئے۔ اب  
اس کی زندگی میں ایک مکمل سکوت کا عالم تھا۔ "فلسفے کا جادو  
جہاں دل کو روشنی فراہم کرتا ہے وہی عقل کو قید کر دیتا ہے  
اپنے ہی خیالات کی زد میں۔" فریڈرک ولیم نطشے اب پہلے  
جیسا نہیں رہا تھا۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں  
کلک کریں۔

[safareadab.com](http://safareadab.com)

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب